قصیدہ معراجیہ

مصنف

امام اہلسنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شارح

مولانا محمد اول قادری رضوی

بحضور سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلاۃ والثناء

در تہنیت شادی اسرا

نعت

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے (1) نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے

بہار کو شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک (2) ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں پر رچی تھی شادی مچی تھی دھوم (3) اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ جوت پڑتی تھی اُن کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی (4) وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا (5) حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے (6) سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

سرور: سردار۔ کشور: ملک' ولایت۔ جلوہ گر: جلوہ دکھانے والا۔ طرب: خوشی' نشاط' شوق۔ ملک: فرشتے۔ فلک: آسمان۔ لے: سر' لہجہ' لحن' آواز۔ عنادل: بلبلیں۔ رچی: شادی کا سامان جمع کرنا۔ مچی ترک و احتشام کرنا۔ نفحات: خوشبوئیں۔ جوت: روشنی' اجالا' چمک۔ چھٹکی: سجاوٹ' چمک دمک۔ نصب: گاڑنا' لگانا' کھڑا کرنا۔ پھبن: آرائش' خوبصورتی۔ نکھرے: اجلی' چمکدار' صاف ہونا۔ حجر: پتھر' سنگ اسود۔ آنچل: گھونگھٹ' دوپٹہ یا اوڑھنی کا سرا۔ تجلی: نور' روشنی' چمک' جلوہ۔ بحت: خالص' صرف۔

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت کے اس قصیدہ معراجیہ کی تضمین مولانا محمد حسن صاحب اثر بدایونی نے تصنیف کی ہے جس کو ہر شعر کے مطلب کے بعد تحریر کر دیا گیا ہے۔

مطلب اشعار 1: ملک رسالت کے سردار سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء معراج کی رات کو جب عرش اعظم پر تشریف لے گئے تو آپ کے استقبال کے لئے عجیب و غریب انوکھے فرحت و خوشی کے ساماں عرب کے مہماں جناب رسالت مآب کے لئے مہیا کیے گئے تھے۔ اثر صاحب کہتے ہیں۔

کہیں مبارک کہیں سلامت کہیں مسرت کے غلغلے تھے
صلوٰۃ کے گیت نعت کی گت ثنا کے باجے بجا رہے تھے
درفشا کی بجا کے نوبت ملک سلامی اتارتے تھے
وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

مطلب اشعار 2: بہاروں کو خوشیاں مبارک ہوں چمن کو آباد و شاداب ہونا مبارک ہو۔ ساتوں آسمان کے لاتعداد فرشتے اپنے اپنے انداز اور سریلے لہجوں میں بلبل کی مثل اپنے اپنے سروں میں گا بجا رہے تھے۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

مبارک اے باغباں مبارک خدا کرے جاوداں مبارک
بہار گل کو سماں مبارک عنادل نغمہ خواں مبارک

زمین سے تا آسماں مبارک یہاں مبارک وہاں مبارک
بہار کو شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

مطلب اشعار 3: ادھر آسمانوں پر ادھر زمین پر شادی و بیاہ کا سماں تھا تزک و احتشام سے دھوم دھام ہو رہی تھی اللہ کی طرف سے انوار ہنستے مسکراتے آرہے تھے اور حضور ﷺ کی طرف سے ان کے استقبال کے لئے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔

کہیں فرشتوں کی انجمن میں مبارک کی گا رہی تھیں حوریں
کہیں وہ نور اور وہ ضیائیں جہاں فرشتے بچھائیں آنکھیں
دکھا رہی تھیں نرالی شانیں اس ایک نوشہ کی دو براتیں
وہاں فلک پر یہاں زمین میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
دھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

مطلب اشعار 4: حضور ﷺ کے چہرے مبارک کی چمک اور روشنی کی شعائیں عرش اعظم تک جا رہی تھیں جسے کے چاندنی چودھویں رات کو سب کچھ منور کر دیتی ہے۔ معراج کی رات کچھ اس طرح جگمگ ہو رہی تھی جیسے کے قدم قدم پر آئینے لگا دیئے ہیں تاکہ روشنی دس گناہ بڑھ جائے۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

کچھ ایسی اس شب میں تھی تجلی کہ جابجا نور کی جھلک تھی
وہ ہر جگہ عالم صفائی ہوئی تھی عالم کی شیشہ بندی
ضیائے ماہ عرب جو چمکی تو روشنی دور دور پھیلی
یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

مطلب اشعار 5: نئی دلہن کے حسن و جمال خوبصورتی سے کعبہ معظمہ صاف و شفاف ہو کر سنورا اور ہار سنگار کر کے اُپنے حسن و جمال میں دلکشی پیدا کی حجر اسود کے قربان کہ اس نے کعبہ کی کمر میں سیاہ تل کی طرح لگ کر اس کے حسن و جمال میں لاکھوں بناؤ سنگار کے رنگ بھر دیئے تھے۔ ارشاد اثر صاحب!

تجلیوں کا وہ رخ پہ سہرا بدن میں وہ نور کا شہانا
سجا سجایا بنا بنایا خدا کے گھر میں وہ شاہ آیا
نظر سے گزرا عجب تماشا کہ رنگ پایا یہاں نرالا
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

مطلب اشعار 6: شب معراج کے پیارے دولہا کی نظر میں پیار و محبت کے جلوے کی چمک کو دیکھ کر محراب کعبہ نے اپنا سر جھکا دیا اور اپنے چہرے پر کالے غلاف کا گھونگھٹ ڈال لیا کیونکہ اس وقت خالص ذات باری کی تجلی جلوہ فگن تھی اس کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

دلہن پر یہ شوق کے تقاضے کہ چل کے نوشاہ کے قدم لے   مگر لحاظ و ادب نے بڑھ کے وہ ولولے دل کے دل میں روکے

لقا کی حسرت میں آنکھ کھولے چھپائے گھونگھٹ میں منہ ادا سے　　نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے

سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے　(7)　وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر　(8)　پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے　(9)　غلاف مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں　(10)　صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا　(11)　کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پُر داغ و ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا　(12)　ہجوم تا رنگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

امنڈ: جوش مارنا' ابلنا۔ طاؤس: مور۔ نغمہ: سریلی آواز' راگ سر۔ سماں: مثل نظیر' مشابہ۔ میزاب: کعبہ کا سنہری پرنالہ جس سے چھت کا پانی نیچے گرتا ہے۔ جھومر: ماتھے پر لگانے کا سنہری زیور۔ پھوہار: ہلکی بارش۔ حطیم: کعبہ کا حصہ جو کعبہ کے باہر ہے۔ نسیم گستاخ: شوخ بے ادب صبح کی ہوا۔ آنچلوں: دامن' گھونگھٹ اوڑھنی ڈوپٹہ کا سرا۔ مشکیں: مشک میں بسا ہوا خوشبودار۔ غزال: ہرن۔ نافے: جس کے اندر مشک ہوتی ہے۔ تزئیں: زینت دینے والا حسن۔ ناز و تمکیں: جاہ و جلال' کروفر' عزت و عظمت والا ناز و انداز۔ صبا: موسم بہار کی مشرق سے چلنے والی ہوا۔ دھانی: زردی مائل سبز رنگ' ہلکا سبز۔ جھمکتا: چمک دار شوخ۔ آب رواں: چلتا ہوا جاری پانی۔ چھڑیاں: گوکھرو گوٹہ کو سیدھا کپڑے پر ٹانک لینا۔ لچکا: پتلا گوٹا۔ حباب: جھاگ' بلبلہ' شیشہ کے گولے۔ تاباں: چمکتے ہوئے۔ تھل: جگہ جگہ پھول۔ داغ: دھبہ پڑا ہو۔ ملگجا: صاف اور میلے کا درمیانی نہ بالکل صاف نہ مکمل میلا۔ بادلے: زری کا کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے۔

مطلب اشعار 7: خوشیوں کے بادل گھٹا بن کے چھائے اور دلوں کے رنگیں مور اپنے جوبن پر آئے کیونکہ نعت خوانی کے نغموں سریلی آوازوں سے ایسا سماں بندھ گیا کہ خود حرم وجد کرنے لگا تھا۔ اثر صاحب نے کیا خوب کہا ہے:

خدا نے داغ الم مٹائے بہار شادی کے دن دکھائے
نسیم عشرت نے گل کھلائے طرب کی خوشبو سے دل بسائے
چمن مسرت کے لہلہائے عنادل شوق چہچہائے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

مطلب اشعار 8: کعبہ کی چھت کا سنہری پرنالہ جس کا نام میزاب ہے سنہری جھومر کے مثل ڈھلک کر کعبہ کے سرے پر آگیا جیسے دلہن جھومر کو پیشانی کے ایک سرے پر لگاتی ہیں اسی طرح میزاب جھومر کی طرح کعبہ کے ایک کنارے پر لگا ہے اور جب بارش ہوئی تو میزاب نے حطیم کی گود میں اپنے قطروں کو موتیوں کی طرح بھر دیا حجاج ان قطروں کو اپنے منہ پر ملتے ہیں زمین پر نہیں گرنے دیتے۔

حرم کا وہ حسن اور زیور و نعت شایان شان سرور
وہ حالت وجد بام و در پر کہ جھومتا تھا مزے میں سب گھر
وہ عالم کیف تھا سراسر کہ ہوش سے سب ہوئے تھے باہر
یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حلیم کی گود میں بھرے تھے

مطلب اشعار 9: کپڑے دلہن کی خوشبو سے مست ہو رہے تھے بے ادب شوخ صبح کی ہوا آنچل دامن کے کناروں سے کھیل رہی تھی مشک میں بسا ہوا غلاف اڑ رہا تھا ان کی خوشبو سے ہرن اپنے نافوں میں مشک بھر رہے تھے۔ ارشاد اثر!

بہار جنت سے گندھکے آئے دلہن کی خاطر وہ ہار گجرے
کہ جن کی مستی فزا مہک نے اڑا دیئے تھے دماغ سب کے
دکھائے خود رفتگی نے جلوے سرور آئے نئے نرالے
دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو آڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

مطلب اشعار 10: پہاڑوں کا وہ زینت والا حسن جمال اونچی اونچی چوٹیاں جاہ و جلال کروفر عظمت و حشمت والا ناز و انداز میں موسم بہار کی مشرق سے چلنے والی پروا ہوا سے سبزہ میں لہریں پیدا ہوئیں جیسے دھانی (زردی مائل سبز رنگ) کے دوپٹے چن کر سروں پر اونچی چوٹیوں پر اوڑھ کر کھڑے ہیں۔ تضمین اثر:

وفور سبزہ سے لہلہاتیں اکڑ کے جوبن کی دھج دکھاتیں
گلوں کی سبزے میں ڈالیاں تھیں کہ سبز پوشاک عطر آگئیں
وہ طرز شائستہ و خوش آئیں وہ نیچا دامن وسیع و رنگیں
پہاڑیوں کا حسن و تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

مطلب اشعار 11: نہروں نے نہا دھو کر چلتے جاری و ساری پانی کا شوخ و چمکدار لباس زیب تن کیا کہ اس کی موجیں گوکھرو گوٹہ تھیں اور نہروں کی دھار باریک گوٹہ تھا اور حباب بلبلہ چمکدار پھولوں کی طرح جگہ جگہ لگے ہوئے تھے جس سے نہروں کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

چمکتے تاروں کا عکس زیبا ہوا کچھ اس طرح زینت افزا
لگا دیا جا بجا ستارا کہیں رو پہلا کہیں سنہرا
کناروں پر جو اگا تھا سبزا وہ سبز مخمل کا حاشیہ تھا
نہا کے نہروں نے وہ جھمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل لگے تھے

مطلب اشعار 12: میلا کچیلا داغدار پرانا اور استعمال فرش اٹھا دیا تھا اور سفید چاندی کا فرش بچھا ہوا تھا۔ نگاہوں کے ہجوم و کثرت سے کوسوں دور تک ہر ہر قدم پر زری اور زربفت کا فرش بچھا دیا گیا تھا۔

تجلی نور حق کا جلوہ رچا ہوا تھا یہاں سراپا
چمک سے پر نور گوشہ گوشہ بنا تھا خورشید ذرہ ذرہ
بسلسلہ تھی ماہتاب کی کیا جو بزم عالی میں بار پاتا
پرانا پر داغ و میلا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا

ہجوم تارنگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں (13) ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جان پُرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم (14) جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اُتار کر ان کے رخ کا صدقہ وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا (15) کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے (16) نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن (17) جنھوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی (18) وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

غبار: دھول' خاک۔ نثار: قربان۔ رہ گزر: راستہ' چلنے کی جگہ۔ حوریوں: حوران جنت' جنت کی عورتیں۔ جھرمٹ: بھیڑ' ہجوم۔ قدسی: مقدس فرشتہ۔ جناں: جنت۔ رخ: چہرہ' منہ۔ باڑا: خیرات۔ جبیں: ماتھا' چہرا۔ جوبن: خوبصورتی' حسن و جمال۔ کٹورے: کھلے منہ والا پانی پینے کا پیالہ۔ دھوون: استعمال کیا ہوا پانی' وہ پانی جس سے کچھ دھویا گیا ہو۔ اترن: پہن کر اترے ہوئے کپڑے۔ گلزار: باغ' چمن' گلشن۔ تحویل: سورج کا پھرنا' سورج کا کسی برج میں داخل ہونا۔ رت: موسم۔ سہانی: پیار' اچھی' بہتر۔ پوشاک: لباس' کپڑے۔ بڑھا: خیرات کرنا' دے دینا' صدقہ کرنا۔

مطلب اشعار 13 گرد و غبار بن کر قربان ہو جائیں ہم اب اس راستہ کو کہاں پا سکتے ہیں کہ جس پر ہمارے دل حوران جنت کی آنکھیں اور فرشتوں کے پر راستہ میں بچھے ہوئے تھے۔ ارشاد اثر صاحب!

کہاں سے اے دل نصیب لائیں جو تجھ کو وہ بارگہ دکھائیں
فراق میں پھر نہ تنگ آئیں نہ جوش وحشت میں خاک اُڑائیں
کثافت رنج و غم چھٹائیں کدورتیں سب تری مٹائیں
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس راہگزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

مطلب اشعار 14: اے غمگین روح جان تجھ کو اللہ ہی صبر دے میں تجھ کو وہ سماں وہ نظارہ کیسے دکھاؤں جب مقدس فرشتے اپنے ہجوم اور بھیڑ میں لے کر مرے آقا ﷺ کو جنت کا دولہا بنا رہے تھے۔

نہ اب نظر میں وہ جان عالم نہ قدسیوں کی وہ بزم اعظم
نہ وہ طلب کے پیام پیہم نہ وہ تقاضائے وصل ہر دم
مٹیں گے کیونکر ترے غم و ہم کہ اب کہاں وہ بہار خرم
خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

مطلب اشعار 15: آپ کے چہرے منور کی نورانی خیرات اتار کر نورانی باڑا تقسیم ہو رہا تھا چاند اور سورج لٹک لٹک کر مچل مچل کر آپ کے پیشانی مبارک کی خیرات بھیک مانگ رہے تھے۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

درکرم تھا بڑے غنی کا وہاں کی بخشش کا پوچھنا کیا

ہر ایک نور و ضیا کا منگتا انہیں کے گھر کا پلا بڑھا تھا
لئے ہوئے ایک ایک کاسا وہ شی للہ کا شور و غوغا
اتار کر ان کے رخ کا صدقہ وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبین کی خیرات مانگتے تھے

مطلب اشعار 16: وہی حسن جمال اب تک بلکہ قیامت تک چھلکتا اور ٹپکتا رہے گا۔ میرے آقا کے نہانے سے جو نورانی پانی گرا تھا ستاروں نے اپنے اپنے دامن کے کٹوروں (پیالوں) میں بھر لیا تھا۔ اثر صاحب فرماتے ہیں:

وہ بحر فیض آج تک رہا ہے اسی سے عالم چمک رہا ہے
اس سے گلشن لہک رہا ہے اسی کا طوطی چہک رہا ہے
فلک جو ایسا دمک رہا ہے اسی چمک سے جھلک رہا ہے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

مطلب اشعار 17: آپ کے پاؤں کے تلوؤں کا جو دھوؤں بچ گیا تھا اس سے جنت کو رنگ و روغن کیا گیا تھا اور جن کو دولہا کے پرانے کپڑے اترن کے ملے تھے وہ نورانی باغ جنت کے شگوفے اور پھول بنے تھے۔

وہی ضیائیں ہیں پر تو افگن وہی تجلی ہے شمع مسکن
اسی سے ہیں مہر و ماہ روشن اسی سے حوروں کے چمکے جوبن
وہ آب نور و ضیا کا مخزن یہ لے گئے بھر کے جیب و دامن
بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

مطلب اشعار 18: یہ عرب کے سورج کا اپنی اصل منزل برج لامکاں میں داخل ہونے کا وقت ہے کہ بہترین ساعت (وقت) آنے والی ہے وہاں کا شاہی لباس پہنا اور یہاں کا لباس صدقہ کر دیا گیا تھا۔

مٹی تھی ساری سیاہ بختی چمک اٹھی مشتری فلک کی
مچی تھیں دھومیں رچی تھی شادی کہ اچھی ساعت ہے آنے والی
گزر چکا دور برج خاکی ہوا ہے عزم فضائے نوری
خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور	(19)	دو رویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن	(20)	مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے
ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک	(21)	صدر شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے
عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزال رم خوردہ کا بھڑکنا	(22)	شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے
ہجوم امید ہی گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ	(23)	ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر (24) گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل اُبل چلے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

تجلّی: جلوہ روشن۔ صلوٰۃ وتسلیم: درود وسلام۔ نچھاور: نثار و قربان کرنا۔ دو رویہ: دونوں جانب۔ جمائے: ایک صف میں لائین بنا کر کھڑا ہونا۔ گلشن: باغ کی مٹی۔ اترن: استعمال کی ہوئی چیز۔ نصیب: مقدر، قسمت۔ نامرادی: محرومی، ناکامی۔ پشت: براق کے پشت کی زین پر۔ مغفرت: نجات، بخشش، رہائی۔ شلک: توپ یا بندوق کے گولے چلا کر سلامی دینا۔ صدر: شفاعت کے امیروں کے سردار۔ مستانہ: مست متوالوں کی طرح۔ رخش: ان کا چہرہ۔ غزال: ہرن۔ رم: گزکی مقدار شراب۔ خوردہ: کھایا پیا ہوا۔ شعاعیں: تیز روشنی کی کرن۔ بجے: اکٹھی ہو کر ایک ساتھ نکلنا۔ صاعقہ: بجلی کا کوندہ۔ باگیں: لگام۔ ملک: فرشتے۔ غلغلے: چرچا، شور وغل۔ درہ: نورانی راستہ کی مٹی دھول۔ جل تھل: بحروبر، خشکی و تری، ندی نالے و ریگستان۔

مطلب اشعار 19: حضور ﷺ کے سر مبارک پر اللہ تعالیٰ کے عزوجلال کا نورانی سہرا باندھا گیا اور فرشتوں نے آپ پر صلوٰۃ وسلام کی بارش کی اور آپ کے استقبال کو مقدس فرشتے راستے کے دونوں طرف قطار اندر قطار لائین بنا کر سلامی پیش کرنے کے لئے کھڑے تھے۔

بنے کچھ ایسا وہ بن سنور کر کہ بارک اللہ شان اکبر
جلوس کے واسطے مقرر کیا گیا قدسیوں کا لشکر
شہانہ تھا زیب جسم انور کہ انور پر نور تھا سراسر
تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ وتسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

مطلب اشعار 20: اعلیحضرت تمنا کرتے ہیں کاش ہم اس وقت وہاں ہوتے اور چمن کی مٹی بن کر آپ کے مبارک قدموں سے لپٹ کر آپ کی اترن سے کچھ حصہ حاصل کرتے مگر ہمارا مقدر ایسا کہاں تھا کہ ہم کو یہ موقع ملتا ہمارے مقدر میں تو محرومی و ناکامی کے دن لکھے تھے۔

دکھا ہی دیتے یہ دل کی الجھن بشکل سنبل بطرز احسن
سنا ہی لیتے برنگ سوسن زبان حال زبوں سے شیون
اسال ہوتی نہ تابدامن تو یوں ہی ہوتا نصیب روشن
جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

مطلب اشعار 21: حضور ﷺ نے ابھی براق کی رکاب میں پاؤں رکھا تھا اور زین تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کی سلامی کے لئے توپوں نے گولے چھوڑنے شروع کر دیے اور آپ کی امت کی مغفرت کی نوید سنائی گئی تو شفاعت کرنے والوں کے سردار احمد مختار محبوب کردگار ﷺ نے گناہ گاران امت کو مبارک باد دی اور گناہ گار مست و متوالوں کی مثل جھوم رہے۔ مستوں کا جھومنا بھی عبادت سے کم نہیں۔

چمک چمک عنصر دن کی چوکھ دمک دمک ہر مکان ہر چک
قدم نہ در سے ہوا تھا منفک کہ بولی نوبت شرحت صدر کی

جلوس پہنچا نہ قرب مسلک کہ گونجا کڑکا رفعت ذکرک
ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدر شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

مطلب اشعار 22: شب معراج کو حضور ﷺ کے چہرے مبارک پر جو چمک دمک تھی اس پر تعجب نہیں وہ وقت ہی ایسا تھا شراب طہور سے ہرن مخمور ہو کر مستی ہیں چھلانگیں لگا رہے تھے تیز روشنیوں کے فوارے پھوٹ رہے تھے اور آنکھوں پر بجلیاں کوند رہی تھیں۔

نقاب کا چہرے سے سرکنا تجلی نور حق جھلکنا
وہ چشم حور و ملک جھپکنا نگاہ بھر کر بھی تک نہ سکنا
وہ روئے پرنور کا چمکنا وہ آتش شوق کا بھڑکنا
عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزال رم خوردہ کا پھڑکنا
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پر صاعقے تھے۔

مطلب اشعار 23: امید کی کثرت کو کم کرو ان کی مرادیں ان کو دے کر دور کرو مؤدب ہو کر براق کی لگام کو پکڑ کر آگے بڑھو فرشتے یہ عرض و معروض کر رہے تھے۔

فرشتوں کو حکم تھا کہ جاؤ یہ بھیڑ چھانٹو پرے جماؤ
مگر کسی کا نہ جی دکھاؤ مراد مندوں کو یہ سناؤ
جو منہ سے مانگو ابھی وہ پاؤ تم اب سرِرہ گزر نہ آؤ
ہجوم امید ہی گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملئکہ میں یہ غلغلے تھے

مطلب اشعار 24: حضور ﷺ کے نورانی راستہ کی جب گرد اڑی تو ایسا نور برسا کہ پورے راستہ پر بادل چھایا رہا اور ایسی بارش ہوئی کہ بحر و بر خشکی اور دریا ایک ہو گئے جنگل لبالب بھر گئے بلکہ پانی زمین سے ابلنے لگا۔

ہوا جو خورشید جلوہ گستر تو اس نے چمکائے ماہ واختر
چڑھا لیا آسماں نے سر پر نہ ہو سکا خاک پائے ہمسر
یہ تاب یہ ضو وہ پائے کیوں کر کہ ہے وہ ذرہ یہ مہر انور
اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل چلے تھے

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی (25) اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے
براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے (26) مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر (27) کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا (28) نجوم و افلاک جام و مینا اُجالتے تھے کھنگالے تھے
نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر (29) فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

جو جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا (30) صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

ستم: ظلم' زیادتی۔ مت: عقل' سمجھ۔ رہ گزر: چلنے کا راستہ۔ براق: جنتی سواری مثل گھوڑا اڑنے والا۔ نقش سم: کھر کا نشان۔ گلبن: سرخ گلاب۔ لپکتے: سرسبز باغ۔ لہلہا: لہراتا ہوا' سرسبز' موجیں مارتا ہوا۔ سر: راز' پوشیدہ بات۔ عیاں: صاف ظاہر۔ اول آخر: پہلے بعد میں۔ دست بستہ: ہاتھ باندھے سودب کھڑے۔ آمد: آنے کا۔ دبدبہ: شان و شوکت۔ نکھار: صفائی' زیب و زینت۔ نجوم: ستارے۔ افلاک: آسمان۔ جام: ساغر' گلاس' شراب پینے کا برتن۔ جام: صراحی' شراب بوتل۔ مینا: میل دور کرنا۔ اجالتے: پانی برتن میں ڈال کر ہلا کر پھینک دینا۔ کھنگالتے: منہ پر ڈالنے کا پردہ۔ نقاب: نورانی سورج۔ مہرانور: رعب' دبدبہ۔ جلال: آسمان۔ فلک: آسمان۔ ہیبت: ڈر' خوف۔ تپ: بخار۔ انجم: ستارے۔ آبلے: چھالے۔ جوشش: تیزی' تندی۔ آب گوہر موتیوں کا پانی۔ صفائے رہ: راستہ کی صفائی۔

مطلب اشعار 25: میں نے کیسا ظلم کیا میری عقل کسی ماری گئی تھی چاند تو ان کے راستے کی خاک ہے تو ایک مٹھی خاک ان کے راستے کی اٹھا کر کیوں نہیں لایا کہ اس کو ملنے سے گناہوں کے تمام داغ دھبے مٹ جاتے تو نے یہ کیسی حماقت کی ہے وہ تو اکسیر تھی۔

چمکتی قسمت نصیب ہوتی نہ رہتی تقدیر کی سیاہی
مگر یہ گردش کے دن تھے باقی کہ چال سوجھی نہ بات سجھی
اگر نہ کرتا طلب میں سستی عجیب اکسیر ہاتھ آتی
ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

مطلب اشعار 26: براق کے کھروں کے نشانات پر قربان کہ اس نے سارے راستے ایسے پھول کھلائے برسائے کہ گلاب کے سرخ پھول مہک رہے تھے اور باغات سرسبز و شاداب ہو رہے تھے اور ہریالی موجیں مار رہی تھی۔

بہار عالم میں پھول پھولے ہزاروں لاکھوں طرح طرح کے
مگر کہاں سے یہ بات پاتے نہ ایسے رنگیں نہ ایسے پیارے
جہاں کے گلشن کے کیا ہیں تختے جنان کے گلزار کے بھی بوٹے
براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لپکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

مطلب اشعار 27: بیت المقدس میں نماز کی امامت کرنے میں یہ راز مضمر تھا کہ حضور ﷺ کے اول اور آخر ہونے کے معنی و مطلب سب پر ظاہر ہو جائیں کیوں کہ یہاں تمام انبیاء صفیں بنائے ہاتھ باندھے مقتدی بن کر حاضر تھے جو اپنے اپنے دور میں حکومت و امامت کر گئے تھے دوسری جگہ فرماتے ہیں:

کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زبان تمہارے لئے
اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
پرانے قبلے میں اپنے صادر ہوئے جو وہ شہسوار نادر

وہاں انہیں مقتدا کی خاطر کھڑے تھے سب اولیں اکابر
یہ رمز پاتی نہ عقل قاصر ہوا یہ نکتہ اسی سے ظاہر
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مطلب اشعار 28: یہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کی شان و شوکت تھی کہ ہر چیز کو زیب و زینت دی جا رہی تھی اس خوشی میں ستارے اور آسمان ساغر (گلاس) صراحی (شراب کی بوتل) کی میل کچیل دور کرتے تھے اور دھو کر صاف کرتے تھے کہ شراب طہور سے آپ کی ضیافت و دعوت کی جائے گی۔

کچھ ایسا عرش بریں سجا تھا کہ نور کا فرش جابجا تھا
کہیں یہ رضوان کا مشغلہ تھا جناں کی چیزیں سنوارتا تھا
وہ صاف شفاف کر دیا تھا کہ سارا سامان نیا بنا تھا
یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

مطلب اشعار 29: وہ نورانی سورج رخ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے اپنا نقاب (پردہ) اٹھا دیا تھا اور آپ کے رخساروں سے جلال کی تپش (گرمی) برس رہی تھی آسمان کو اس کے خوف سے بخار چڑھ گیا تھا اور ستاروں کے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے اور رسنے لگے تھے۔

وہ گرم حسن حبیب داور کہ سرد ہو جس سے مہر محشر   تو پھر کہاں تاب ماہ و اختر کہ چمکیں پیش رخ منور
کمال پر تھا جمال سرور عیاں تھی شان جمیل اکبر   نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی ٹپکتے انجم کے آبلے تھے

مطلب اشعار 30: آپ کے نور کی تیزی میں ایسا اثر تھا کہ موتیوں کے پگھلنے سے کر کر تک پانی جمع ہو گیا تھا اور راستے کو اتنا صاف ستھرا کر دیا گیا تھا کہ چلنے والے ستارے پھسل پھسل کر حضور ﷺ کے قدم مبارک پر لوٹ رہے تھے اس کی قدم بوسی کر رہے تھے۔

وہ عالم نور سر بسر تھا یہاں وہاں تھا اِدھر اُدھر تھا
نہ منزلوں تک وہاں قمر تھا نہ تابش مہر کا گزر تھا
فقط وہی چاند جلوہ گر تھا وہی نیم نور جوش پر تھا
یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کر کر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پر لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحر وحدت کہ دھل گیا نام ریگ کثرت   (31)   فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے
وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے   (32)   سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے
چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں   (33)   پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی   (34)   سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو   (35)   رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبھوکا پھوٹا (36) خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

لہرا: جوش کے ساتھ جنبش کرنا۔ بحر: توحید کا دریا۔ ریگ کثرت: ریت کے بے شمار ذرے۔ فلک: آسمان۔ دو بلبلے: پانی کے جھاگ جو ہوا بھر کر بنتے بگڑتے رہتے ہیں' ناپائیدار فانی۔ ظل رحمت: رحمت کا سایہ۔ رخ: چہرہ۔ زربفت: کلابتوں سے بنا ہوا دیبا کمخواب۔ اطلس: اودے رنگ کا چمکیلا ریشمی کپڑا۔ دھوپ چھاؤں: ریشمی کپڑا جس میں دھوپ اور سایہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ سرو چماں: چمن کا صنوبر شمشاد۔ خراماں: ناز و انداز سے ٹہلنا۔ سدرہ: ساتویں آسمان پر بیری کا درخت۔ داماں: دامن کرتے کا۔ این و آں: چون و چرا' یہ اور وہ' زمین و زماں۔ رکاب: سواری کے دونوں طرف پاؤں رکھنے کے حلقے۔ حسرت: افسوس' ارمان' شوق۔ ولولے: جوش خروش' ہنگامہ' شور و غل۔ روش: رفتار' چال۔ بھبھوکا: شعلہ' لال انگارا' نور تاباں۔ خرد: عقل' سمجھ۔ دہر دہر: جگ جگ' ہر وقت۔

مطلب اشعار 31: وحدت کا دریا لہریں مارتا پورے جوش و خروش کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف کو بڑھا تو ریت کے ان گنت ذروں کا نام و نشان بھی نہ رہا ساتوں آسمانوں کی کیا حقیقت ہے بلکہ عرش اعظم لوح کرسی بھی پانی کے جھاگ کے دو بلبلے سے تھے کہ ہوا نکلی اور ختم ہو گئے۔

بڑھے جو آگے کو اور حضرت تو بڑھ گیا اشتیاق قربت
چلی کچھ ایسی ہوائے الفت بھڑک گئی آتش محبت
ہوا جو گرمی یہ شوق خلوت برس گیا گھر کے ابر رحمت
بڑھا یہ لہرا کے بحر وحدت کہ دھل گیا نام ریگ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

مطلب اشعار 32: اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ اور حضور ﷺ کے چہرے مبارک کی جلوہ آرائی سے ستارے اپنا اپنا منہ چھپا رہے تھے کسی میں روشن ہونے کی طاقت نہیں تھی سنہری کلابتو اور ریشم سے بنا ہوا دیبا کمخواب اور اودے رنگ کا چمکیلا ریشمی کپڑے کے تھانوں کا فرش بچھا ہوا تھا ان سب میں دھوپ اور سایہ کی سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی کہیں تیز چمک کہیں دھیما پن ایک عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔

خدا کے پیارے نبی ہمارے کیا ہے بے مثل جن کو حق نے
وہ حسن یکتا دکھاتے جاتے کہ جس پر دونوں جہان صدقے
جمے تھے وحدت کے رنگ ایسے کہ تھے بہم روز و شب کے نقشے
وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

مطلب اشعار 33: وہ چمن وحدت کا سرو قد (سیدھے قد والا) ناز و انداز سے ٹہلتا ہوا روانہ ہوا کہ سدرہ والے بھی آپ کا دامن پکڑ کر نہ روک سکے جبرئیل و قدوسی ابھی پلک ہی جھپک رہے تھے کہ حضور ﷺ چون و چرا یہاں اور وہاں زمین و زماں مکان و مکانیات سے بہت دور چلے گئے تھے جہاں وہم و عقل کی بھی رسائی نہیں ہے۔

جدھر سے نکلا وہ جان جاناں قدم قدم پر کھلے گلستاں
بڑھی تھی یہ جوشش بہاراں بنے تھے افلاک رشک بستاں

عروج پر تھا ابھی وہ ذیشاں کہاں یہ گلشن تھے اس کے شایاں
چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے

مطلب اشعار 34: قدسی فرشتوں پر آپ کی ذرا سی جھلک تو پڑی مگر وہ فرشتے آپ کے دامن مبارک کی ہوا کو نہ پا سکے۔ اس لئے کہ دولہا شب معراج کی سواری بہت آگے چلی گئی تھی براتی ہوش خرد گنوا چکے تھے ان کے ہوش ہی گم ہو گئے تھے وہ تو کہہ رہے تھے۔ (اگر یک سر موئے برتر، فروغ تجلی بسوزد پرم) اگر میں بال کی نوک کے برابر بھی آگے چلا جاؤں تو رب کی تجلی و جلال سے میرے پر جل جائیں گے۔

خوشی میں تھے خنجر فدائی کہ شکل تقدیر نے دکھائی
سر گزر گاہ صف جمائی مگر نہ امید دل بر آئی
نہ پاس تک ہو سکی رسائی نہ آنکھ تاب نظارہ لائی
جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

مطلب اشعار 35: حضرت جبرئیل امین کے بازو شل ہو گئے تھک کے اڑنے کے قابل نہیں رہے تھے اور دامن مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور پہلوئے سرکار میں چلنے کی سکت نہیں رہی تو براق کی لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ قرب رب کی امید ٹوٹ گئی۔ ہائے افسوس ارمانوں کا خون ہو گیا جہاں جوش و خروش کا بڑا غل غپاڑا تھا اب وہاں یاس و حسرت تھی۔

چلے تھے جو ہمرکاب خوش خو رکاب تھامے بطرز نیکو
بہت چلے کی بہت تگ و دو پر نہ چل سکا پھر بھی ان کا قابو
مجال جنبش نہ تھی سرمو رواں تھے آنکھوں سے غم کے آنسو
تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

مطلب اشعار 36: حضور ﷺ کے رفتار (چلنے) کی گرمی تیز روی کو جس نے سوچا اس کے دماغ سے ایک شعلہ سا نکلا تو عقل کے جنگل میں ایک نورانی پھول سا چمکا جس سے جنگلات کے ہر ہر پیڑ کو آگ لگ گئی تھی اور وہ جل رہے تھے۔

کسی نے آب تک اسے نہ جانا کہ ان کا جانا تھا کیسا جانا
نہ عقل کامل نے اس کو سمجھا نہ وہم و ظن و گماں میں گزرا
رسائی عقل و وہم ہو کیا کہ فکر کی تاب کون لاتا
روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبھو کا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے (37) وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے
قوی تھے مرغان وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر (38) اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

سنایہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے	(39)	وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے
یہ سن کے بیخود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا	(40)	پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے
جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گری تھی سجدے میں بزم بالا	(41)	یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں	(42)	حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

جلو: ہمراہی' ساتھ۔ سدرہ: ساتویں آسمان پر بیری کا درخت۔ تیورا: آنکھوں کے آگے اندھیرا' سر چکرانا۔ قوی: طاقت ور' مضبوط۔ مرغان وہم: سوچ کا پرندہ۔ دم: ایک لحہ' ایک پل۔ اٹھائی: پڑی۔ اندیشہ: ڈر خوف۔ شرف: بزرگی و شرافت کا تاج۔ بیخود: بے ہوشی' مستی۔ نثار: قربان ہو جاؤں۔ مجرے: آداب' سلام۔ بزم بالا: فرشتوں کا مجمع۔ گرد: چاروں طرف طواف کرتے۔ ضیائیں: روشنیاں' تجلیاں۔ قندیلیں: فانوس' شیشہ کے سرپوش جن کے اندر موم بتی' بلب جلاتے ہیں۔ جھلملائیں: دھندلی روشنی دینا۔ حضور: سامنے' روبرو۔ خورشید: سورج۔

مطلب اشعار 37: عقل کے جو پرندے آپ کی ہمراہی میں پرواز کر رہے تھے۔ عجیب و غریب بانکے دھاڑے بُری حالت میں تھک کر گر پڑے تھے اور سدرۃ المنتہیٰ پر ہی رہ گئے تھے سانس اکھڑ گیا تھا سر چکرا گیا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا بے سدھ ہو کر رہ گئے تھے۔

مجال کسی کی جو کوئی سوچے دماغ کسی کا جو کوئی سمجھے
اڑے تھے فہم و خرد کے طوطے حواس کے پڑ گئے تھے لالے
ہوتے تھے عاجز جب اونچے اونچے توہوں رسا اور ہوش ککے
جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

مطلب اشعار 38: وہم کے پرندوں کے پر و بازو طاقتور تھے وہ اڑے مگر چند گھڑی اور اڑ سکے اس کے بعد بیٹھنے پر ایسی زبردست ٹھوکر لگی کہ اس کے خوف و ڈر سے خون تھوکتے پھر رہے تھے یعنی خون کی قے کر رہے تھے۔

سمجھ میں آئے یہ بھید کیوں کر کہ ہے قیاس خرد سے باہر
نہ کھاتے کیوں مرغ عقل چکر کہ ہے یہاں عقل کل بھی ششدر
جو تھے اولی الاجنحہ موقر وہ پہلے ہی گر چکے تھے تھک کر
قوی تھے مرغان وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

مطلب اشعار 39: عرش اعظم کو بھی یہ پیغام مل گیا تجھ کو مبارک باد ہو معراج و شفاعت کا تاج سر اقدس پر رکھنے والوں کے پائے مبارک خیر سے پھر تیرے اوپر آنے والے ہیں تجھ کو قدم بوسی کا شرف بخشنے والے ہیں جو پہلے بھی کبھی تیرے لئے شرافت کا تاج تھے اور تو ان پائے مبارک کے بوسے لیا کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر جوتی اتارنے کا حکم ہوا تھا اور آپ مع نعلین پاپوش مبارک عرش پر تشریف لے گئے۔

ملائکہ ایک دوسرے سے نوید وصل حضور کہتے
کہ آج ارماں ہوں گے پورے کریں گے قدموں پہ سب سے پہلے

یہاں یہ ہو ہی رہے تھے چرچے کہ خود بدولت قریب پہنچے
سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے

مطلب اشعار 40: عرش اعظم یہ نوید سن کر مستی و بے خودی میں پکارنے لگا میں قربان ہو جاؤں میرے آقا کہاں ہیں کب تشریف لا رہے ہیں میں ان کے قدم پاک کا بوسہ لوں نعلین کے تلوں کو چوموں یہ تو میرے مقدر کی آنکھوں کے دن پھرنے لگے ہیں میرے نصیب ایسے کہاں تھے میں کتنا خوش نصیب و خوش بخت ہوں۔

وہی ہیں یہ جن کی شان والا سوا خدا کے کوئی نہ سمجھا
انہیں کی نعلین کا ہے صدقہ جو تو نے عزو وقار پایا
پھر آج تیرا نصیب چمکا کہ وہ ہوئے تجھ پر جلوہ فرما
یہ سن کر بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلوؤں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھو کے دن پھرے تھے

مطلب اشعار 41: عرش اعظم مؤدب ہو کر سلام کرنے کے لئے جھک گیا اور عالم بالا کے فرشتہ سجدے میں گر گئے عرش اعظم اپنی آنکھیں آپ کے قدموں سے مل رہا تھا اور فرشتے آپ کا طواف کرکے آپ پر قربان ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں:

بے خودی میں سجدہ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

○

جو اپنی آنکھوں سے دیکھا بھالا فراق کے درد و غم کو ٹالا
چلا کچھ ایسا چلن نرالا قدم پر گر گر کے دل سنبھالا
ملا جو دیدار شاہ والا تو خوب ارمان دل نکالا
جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گری تھی سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

مطلب اشعار 42: آپ کی تشریف آوری سے عرش اعظم پر کچھ ایسی عجیب و غریب ضیا پاشی ہوئی کہ تمام فانوس دھند لانے جھلملانے لگے جیسے سورج کے سامنے چراغ کی کیا حقیقت ہے اس کی کیا روشنی ہو سکتی ہے وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے تھے۔

فروغ حسن خجستہ آئیں ترقیاں جس نے ایسی پائیں
کہ آنکھیں یک لخت چندھیائیں نگاہیں تاب نظر نہ لائیں
وہ مشعلیں نور کی جلائیں تجلیاں طور کی دکھائیں
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت (43) تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مُمَجَّدْ (44) نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی (45) کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے (46) پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغِ اَینَ و مَتیٰ کہاں تھا نشان کَیفَ و اِلیٰ کہاں تھا (47) نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا (48) جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

مشکل الفاظ کے معنیٰ:

سماں: حالت' کیفیت۔ پیک: قاصد' ہرکارہ۔ خاطر: دلداری' وجہ' خوشی۔ کشادہ: کھلے ہوئے۔ قریں: قریب تر۔ آسرور: بادشاہ' امیر' حاکم۔ ممجد: بزرگی دیا ہوا۔ نثار: قربان۔ ندا: آواز۔ سماں: کیفیت و حالت۔ تبارک اللہ: اللہ برکت دینے والا۔ زیبا: لائق' مناسب۔ لن ترانی: تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ تقاضے: خواہش' طلب۔ وصال: ملاقات' محبوب و محب کا وصل۔ خرد: عقل و سمجھ۔ جہت: سمت' طرف۔ لالے: سخت مایوسی' ناامیدی۔ سراغ: نشان' کھوج۔ این: کہاں کب کس وقت۔ کیف: کیسے کیونکر کب تک۔ راہی: راستہ میں چلنے والا۔ سنگ: منزل کے لئے نشانی کا پتھر۔ مرحلے: منزل گاہ' پڑاؤ کی جگہ' کوچ کی جگہ۔ پیہم: پے در پے' برابر۔ تقاضے: طلب تاکید۔ جلال: عظمت و شوکت۔ ہیبت: ڈر' خوف' رعب۔ جمال و رحمت: خوبصورتی و رحمت۔

مطلب اشعار 43: اسی وقت رحمت کا قاصد حاضر خدمت ہوا اور عرض کی حضور ﷺ تشریف لے چلیں کہ آپ کے واسطے تمام راستہ کھلے ہوئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بند تھے ان کو لن ترانی (تم نہیں دیکھ سکتے۔) کا پیغام تھا مگر آپ کو انتہائی قرب کے ساتھ وصال میسر ہو گا۔

ملائکہ نے جو دیکھی فرصت سمجھ کے اس وقت کو غنیمت
بڑھائی یوں خوب اپنی عزت کہ سب ادا کیں رسوم خدمت
کوئی سناتا ثنا و مدحت کسی کے لب پر دعائے دولت
یہی سماں تھا کہ پیک رحمت یہ مژدہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

مطلب اشعار 44: اے میرے محبوب محمد ﷺ آگے بڑھئے اے احمد مختار مجھ سے قریب تر ہو جایئے اے امیروں بادشاہوں کے بادشاہ میرے بزرگ ترین محبوب ﷺ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں آپ کے قربان جاؤں وہ کیسی پیار بھری آواز تھی وہ کیسی پر لطف کیفیت تھی اس میں کتنا مزا ہو گا اس کی سرشاری کا کیا عالم ہو گا۔

یہی ہے وقت حصول مقصد خدا ہے خود خواستگار آمد
وصال کا شوق ہے جو بے حد تو حکم پر حکم ہے موکد
طلب پر تاکید کد پر ہے کد کہ جلد آ اے شہ ہوید
بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آسرور مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

مطلب اشعار 45: اے اللہ تیری شان برکت دینے والی ہے۔ بے نیازی تجھی کو زیب دیتی ہے۔ صمد تیرا اسم صفاتی ہے کسی کو تیرا

جواب لن ترانی (تو ہرگز دیدار نہیں کر سکتا) ہے موسیٰ علیہ السلام رب ارنی (اے رب تو مجھے اپنا دیدار کرا دے) تو جواب ہے تم دیدار نہیں کر سکتے یہ نہیں فرمایا کہ ہم دیدار نہیں کرا سکتے کیوں کہ اس میں مجبوری ہوتی جو اللہ کی شان کے خلاف ہے وہ کسی بھی وقت مجبور نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اگر میں دیدار نہیں کر سکتا تو مجھے ان آنکھوں کا دیدار کرا دے جو تیرا دیدار کریں گی۔ فرمایا تمہاری یہ آرزو پوری کر دی جائے گی۔ حضور علیہ السلام شب معراج پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر دیدار باری تعالیٰ کر کے اللہ کے وعدے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کا دیدار کرنے اے موسیٰ علیہ السلام نے دل بھر کر دیدار کیا اور معلوم کیا دربار عالی سے کیا تحفہ عنایت ہوا ارشاد فرمایا پچاس وقت کی نمازیں عطاء ہوتی ہیں عرض کیا یا سرکار آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ کی امت پچاس وقت کی نماز ادا نہیں کر سکتی اس میں تخفیف کرائیں۔ آپ بارگاہ ایزدی میں پھر حاضری دیں حضور ﷺ دوبارہ اللہ کے دربار میں تشریف لے گئے اور تخفیف کی استدعا کی اللہ تعالیٰ نے دس نماز کم کر دیں۔ آپ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا دس نمازیں کم ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوسری مرتبہ ان آنکھوں کا دیدار کیا اور عرض کی سرکار چالیس بھی بہت زیادہ ہیں آپ پھر اللہ کے پاس تشریف لے جائے اور کمی کی درخواست کیجئے آپ تیسری مرتبہ پھر بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میری امت چالیس نمازیں ادا نہیں کر سکتی اپنے بندوں پر اپنی رحمت سے نماز کا بوجھ اور کم کر دے اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں تو آپ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ دس نمازیں اور کم ہو گئیں اب تیس رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے تیسری مرتبہ دل بھر کر ان چشمان مبارک کا دیدار کیا اور عرض کیا اے سید المرسلین ﷺ تیس بھی بہت زیادہ ہیں میں نے بنی اسرائیل کو دیکھا ہے آپ کی امت اتنی بھی نہیں پڑھ سکتی آپ اللہ کی بارگاہ میں پھر تشریف لے جائیں۔ آپ چوتھی مرتبہ پھر تشریف لے گئے اور نمازوں کی تخفیف کے خواستگار ہوئے اللہ نے دس نمازیں اور کم کر دیں اب بیس رہ گئیں آپ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا دس اور کم ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے چوتھی مرتبہ پہلے تو ان آنکھوں کا دیدار کیا جن کو دیدار باری میں کوئی رکاوٹ اور انکار نہ تھا اور عرض کیا میرے آقا بیس بھی بہت زیادہ ہیں اور کمی کرائیں رب کے پاس تشریف لے جائیں۔ آپ پھر اللہ کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے الہ العالمین بیس بھی زیادہ ہیں اور کم کر دے۔ ارشاد ہوا ہم نے دس اور کم کر دیں۔ حضور ﷺ پھر موسیٰ علیہ السلام کو پانچویں مرتبہ ان آنکھوں کا دیدار کرانے تشریف لائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو آنکھوں کا دیدار کیا اور معلوم کیا اب کتنی کم ہوئیں۔ فرمایا دس اور کم ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا حضور دس بھی زیادہ ہیں آپ پھر تشریف لے جائیں اور کمی کی درخواست کریں۔ آپ ﷺ پھر عرش اعظم پر تشریف لے گئے اور عرض بارگاہ ایزد ہوئے میری امت دس بھی ادا نہیں کر سکتی اس میں اور کمی کر دے۔ ارشاد باری ہوتا ہے ہم نے پانچ اور کم کر دیں۔ حضور ﷺ چھٹی مرتبہ پھر موسیٰ علیہ السلام کو ان آنکھوں کا دیدار کرانے تشریف لائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خوب دل بھر کر ان آنکھوں کا دیدار کیا جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ما زاغ البصر وما طغی (نہ ان کی نظر نے دھوکا کھایا اور نہ وہ بھٹکی) اور سوال کیا اب کتنی کم ہوئیں۔ فرمایا پانچ اور کم ہو گئیں عرض کیا حضور اور کم کرائیں آپ کی امت پر یہ بھی شاق ہوں گی تو حضور ﷺ نے فرمایا اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں اور کمی کی درخواست کروں تو اسی وقت ندا آئی نمازیں تو پانچ رہیں مگر ثواب پچاس کا ہی ملے گا۔ ہماری عطا میں کمی نہیں ہوتی۔

اس آمدورفت سے ایک تو حضور کا اللہ کی بارگاہ میں قرب ہے دوسرے موسیٰ علیہ السلام کی تشنہ لقائی کو سیر کرنا ہے۔

کبھی ہے مقصود پردہ داری کبھی ہے یہ حد کی بے حجابی
کسی کو حسرت رہی لقا کی کسی نے اظہار خود نمائی

نئی ادا ہر جگہ نکالی ہیں تیری نیرنگیاں نرالی
تبارک اللہ شان تیری تجھ ہی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

مطلب اشعار 46: عقل سے کہہ دو اپنی عقل و منقار زیر پر کر لے' سر جھکا کر سوچ کیونکہ وہم و گمان سے بہت آگے چلے گئے جانے والے وہ تو اس جگہ پہنچ گئے جہاں شش جہات (1) آگے' (2) پیچھے' (3) دائیں' (4) بائیں' (5) اوپر' (6) نیچے کو بھی مایوسی ہو رہی ہے کہ وہ کیا بتائیں کدھر گئے وہ وہاں گئے ہیں جہاں نہ کوئی سمت و جہت ہے اور نہ مکان و مکانیت ہے وہ تو لامکاں ہے جہاں جسم و جسمانیت ناپید ہے۔

نظر کہیں کچھ نہ دیکھے بھالے دہن بھی مہر ادب لگا لے
ذرا طبیعت کو دل سنبھالے کہ اب یہاں بے خودی مزا لے
دماغ ہوش و حواس ٹالے قیاس و اوہام کو نکالے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

مطلب اشعار 47: کہاں کب کس وقت کیسے کیونکر کب تک کا نام و نشان ہی نہیں تھا وہ ان اشاروں سے ماوری چلے گئے تھے اس راستے پر چلنے والا کوئی نہیں تھا اور آپ کا ساتھی رفیق سفر بھی نہیں تھا نہ سنگ میل منزل کا نشان و علامت تھی اور نہ پڑاؤ کرنے کی جگہ اور نہ روانہ ہونے کی جگہ عالم ناسوت کی کوئی علامت و نشانی وہاں موجود نہیں تھی وہ تو عالم ہاہوت تھا۔

زمین کہاں تھی سما کہا تھا بتائیں کیا راستہ کہاں تھا
وہ رہبر و رہنما کہاں تھا کہاں سے آیا گیا کہاں تھا
وہاں کسی کا پتا کہاں تھا سوائے حق ماسوا کہاں تھا
سراغ این و متیٰ کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

مطلب اشعار 48: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملاقات کرنے کے لئے برابر پے در پے تقاضے آرہے تھے حاضری کی تاکید ہو رہی تھی اور نبی پاک صاحب لولاک کو قدم آگے بڑھانا دشوار ہو رہا تھا کیونکہ عظمت و شوکت رعب و دبدبہ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا مگر ادھر جمال و خوبصورتی اور رحمت آپ کو قدم بڑھانے پر ابھار رہے تھے کیونکہ اللہ جمیل و یحب الجمال (اللہ خوب خوب تر حسین و جمیل ہے اور حسن کو محبوب رکھتا ہے۔) حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت اس نے اور کسی کو پیدا ہی نہیں فرمایا تو حسن کہہ رہا تھا آپ کے محب نے آپ کو بلایا ہے تو یہ جھجک کس بات کی آپ بے خطر تشریف لے چلیں وہ تو آپ کے دیدار کو بے قرار ہے۔

ادھر سے شان کرم دکھانا ادھر سر بندگی جھکانا
ادھر سے پیغام لطف پانا ادھر ثناو صفت سنانا
ادھر سے تعجیل کا بلانا ادھر لحاظ و ادب سے جانا
ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے (49) جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا (50) تَنَزُّلُوْنَ میں ترقی افزا دَنٰی تَدَلّٰی کے سلسلے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہُو میں ابھرا (51) دنٰی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا (52) بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھ سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصر دنا کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے (53) وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا (54) گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

جھجکتے: شرم کرتے۔ حیا: حجاب' غیرت' شرم۔ قرب: نزدیکی۔ روش: رفتار۔ منزل: پہنچنے کی جگہ' جائے قیام۔ فاصلے: دوری' مسافت۔ حقیقتاً: اصل میں۔ تنزلون: تم پر اترا نازل ہوا۔ افزا: زیادہ ہونے والی۔ تدلی: وہ نزدیک ہوا بہت زیادہ قریب۔ سلسلے: ایک کڑی کے بعد دوسری کڑی مثل زنجیر کے پے در پے۔ بجرا: کشتی خوبصورت۔ تموج: دریا کا ٹھاٹھیں مارنا' تلاطم۔ ہُو: فنا کا مقام جہاں ہُو کے سوا کچھ نہ ہو۔ دنا: قرب۔ فنا: کچھ باقی نہ رہے سوائے ذات باری تعالٰے کے۔ گھاٹ: دریا پر جانوروں کو پانی پلانے کی جگہ یا وہاں سے دریا پار کر سکیں۔ طرارا: چھلانگ لگانا' تیزی دکھانا۔ قصر دنا: قربت نزدیکی حاصل کرنے والا محل مکان۔ دوئی: دو ذاتیں ایک جگہ ہوں۔ غنچہ: کلی و پھول۔ گرہ: کلیوں کی بندش۔ پھولے: سرسبز و شاداب ہولے۔ تکمے: گھنڈی بٹن گریباں حلقہ۔

مطلب اشعار 49: حضور ﷺ شرم و حیا سے نظریں نیچی کئے ہو آگے کو تو بڑھے مگر خوف کا غلبہ رہا سر نیچے کے ہوئے باادب رک رک کر قدم بڑھایا اگر قرب و نزدیکی بھی اسی رفتار سے چلتے جیسے آپ چل رہے تھے تو لاکھوں منزلوں کی مسافت و دوری تھی جو کبھی ختم ہی نہ ہوتی۔

نہ ایسی حالت جو دل کو روکے نہ اتنی جرات کہ پاؤں اٹھے
اگر ٹھہرتے تو کیوں ٹھہرتے جو آگے بڑھتے تو کیا ہی بڑھتے
بڑھائی ہمت جو شوق دل نے تو شاہ والا کچھ اور آگے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پر رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

مطلب اشعار 50: معراج کے دولہا آگے بڑھنا تو برائے نام تھا اصل میں یہ فعل تو اللہ تعالیٰ کا تھا کہ تمہاری طرف نازل کیا میں نے (یعنی قرآن و کلام الہٰی) حضور ﷺ کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی زیادہ سے زیادہ ہو رہی تھی اس درجہ تک ہوئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور بہت زیادہ قریب ہوئے اور یہ سلسلہ اس حد تک جاری رہا کہ آپ فنائے باری تعالیٰ ہو گئے جیسے دو کمانیں آپس میں مل جاتی ہیں تو ایک ہی معلوم ہوتی ہیں۔

جو حال رفتار کا یہ پایا تو ان طرف سے ہوا ارشاد
یہ جذب الفت سے کام نکلا کہ اس نے زور کشش دکھایا
کہاں وہ بڑھنا کہاں بڑھانا روش میں کیونکر نہ فرق آتا
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلون میں ترقی افزا دنی تدلی کے سلسلے تھے

مطلب اشعار 51: ہو کے دریا کی سرکش موجوں میں ایک خوبصورت کشتی ظاہر ہوں جس نے قرب کی گود میں حضور ﷺ کو لے کر فنا ہونے کے لئے کشتی کے لنگر اٹھا دیئے تھے تاکہ غایت کے اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچا دے۔

بڑھانا ناکس کا کہاں کا بڑھنا سب اس کی قدرت کا تھا تماشا
بشر کا دنیا سے تھا یہ آنا تو کچھ سبب ظاہری بھی ہوتا
وہاں کسی شے کی تھی کمی کیا جو اس نے چاہا ہوا مہیا
ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کے لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

مطلب اشعار 52: بحر وحدت کے پایاب ہونے کی جگہ کا کنارا کس کو مل سکتا ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ حضور ﷺ کس طرف سے گزرے اور اس بجرے (کشتی) نے آپ کو کس جگہ اتارا اس سے اتر کر آپ نے ایسی چھلانگ لگائی جیسے نظران واحد میں ساتویں آسمان کو دیکھ کر واپس آجاتی ہے فنا کا یہ عالم تھا کہ آپ کو خود اپنا وجود و جسم مبارک نظر نہیں آتا تھا۔

یہاں خرد نے بھی قول ہارا حواس بھی کر گئے کنارا
دماغ و دل ہمت ابھارا نہ دے سکے یہ ذرا سہارا
کہاں یہ ہوش و خرد کا یارا رسائی تک اپنی چھاں مارا
کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھ سے خود چھپے تھے

مطلب اشعار 53: قربت و نزدیکی حاصل کرنے والے محل کے پردے اٹھے اور آپ اندر تشریف لے گئے اندرونی حالات کی کوئی کیا خبر دے سکتا ہے کسی کو کیا معلوم وہاں کیا ہوا۔

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبین کا ہم خبر نیست

عاشق و معشوق محبوب و محب میں ایسی رازداری ہے جس کی کراما کاتبین کو بھی خبر نہیں ہے لامکان عالم ہاہوت میں دو ہو ہی نہیں سکتے وہ تو صرف مقام وحدت ہے حضور ﷺ کو فنائے کامل حاصل تھی۔ آپ تھے مگر آپ کا نوری جسم نور میں مدغم ہو گیا تھا۔ کسی نے کہا ہے:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا میں جسم ہو گیا تو میری جان روح ہو گیا جب تک کوئی دوسرا نہ کہے میں اور ہوں تو اور ہے ہم دونوں ایک ہیں۔ اسی لئے اللہ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا آپ کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا صحابہ کے ہاتھوں پر حضور ﷺ کا ہاتھ تھا مگر اللہ نے یداللّٰہ فوق ایدیھم (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا: من رانی فقدراء الحق (جس نے میری زیارت کی اس نے اللہ کا دیدار کیا) اگر ایک قطرہ پانی کا سمندر میں گر گیا تو آپ اس کو سمندر ہی کہیں گے حالانکہ قطرہ اس میں موجود ہے ایسی ہے آپ فنا میں جا کر بقا حاصل کر چکے تھے۔ نور نور میں مدغم ہو گیا تھا۔

یہاں نہ کچھ فائدہ نظر دے نہ کام اندیشہ بشر دے

خدا جو ایمان کا اثر دے تو جان و دل کو نثار کر دے
الگ ہی وہم و قیاس دھر دے نہ جائے وحدت دوئی سے بھر دے
اٹھے جو قصرِ دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

مطلب اشعار 54: باغ وحدت اپنے جوبن و بہار پر ایسا آیا کہ اس نے کلی اور پھول کے فرق کو ختم کر دیا وہاں پھول ہی پھول تھا کلی بھی پھول بن کر پھول میں مدغم ہو گئی تھی کلیوں کی بندشوں سے باغ ہی سرسبز و شاداب ہو گئے ان کے گریبانوں میں پھولوں کے بٹن لگے ہوئے تھے وہ سماں ہی کچھ ایسا تھا کہ اس میں عقل و خرد کا دم گھٹتا تھا۔

وہ رنگ یکتائی نے جمایا کہ ماسوا کا نشان اڑایا
یگانگی نے اثر دکھایا تفاوت جزو کل مٹایا
بہار وحدت نے گل کھلایا کہ فرع کو اصل میں ملایا
وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل (55) کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے (56) عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں (57) بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن (58) اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو (59) محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
اِدھر سے تھیں نذر شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں (60) سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

محیط: گھیرنے والا' چکر' دائرہ۔ مرکز: درمیان' دائرہ کا سنٹر۔ فاصل: جدا کرنے والے' فرق کرنے والے۔ خطوط: لکیریں سیدھی۔ اصل: ملے ہوئے' شامل۔ کمانیں: بانس کو خم دے کر بناتے ہیں جس سے تیر چلاتے ہیں۔ حیرت: تعجب' اچنبا۔ عجیب: انوکھے۔ دائرے: گول چکر۔ حجاب: پردہ۔ وصل: ملاقات' ملاپ۔ فرقت: جدائی' ہجر۔ جنم: پیدائش۔ موجیں: پانی کی لہریں۔ بھنور: پانی کے چکر' گرداب۔ ضعف: کمزوری۔ تشنگی: پیاس' تمنا۔ حلقے: گڑھے' آنکھیں نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔ اول: پہلا۔ آخر: سب سے بعد تک۔ ظاہر: کھلا ہوا۔ باطن: چھپا ہوا' پوشیدہ۔ جلوے: نورانی' چمک' تجلی۔ کمان: تیر چلانے کے لئے بانس کی بناتے ہیں۔ امکان: ممکن ہونا' ہو سکتا ہے۔ نقطو: خط کی انتہا۔ محیط: چکر' دائرہ۔ نذر شہ: تحفہ۔ خسروی: شاہانہ انعام۔ رحمت: درود و سلام۔ گندھ: پرو کر' بنا کر۔ گلوئے: گلے۔ پُرنور: نورانی۔

مطلب اشعار 55: جس نقطہ پر پرکار کو رکھتے ہیں اس کو مرکز کہا جاتا ہے اور جو دائرہ کھینچا جاتا ہے اس کو محیط کہتے ہیں۔ محیط محمد رسول اللہ ﷺ مرکز ذات خدا تھی اور ان میں کوئی فرق و جدائی نہیں رہی تھی ملنے والے خطوط میں کوئی تفریق نہیں رہی تھی وہ آپس میں مل کر ایک ہو گئے تھے دونوں کمانیں حیرت کے عالم میں سر جھکائے ہوئے تھیں اور دائرے خود چکر میں پڑ گئے تھے فرماتا ہے فکان قاب قوسین اوادنی (وہ دو کمانیں یا اس سے بھی کم فاصلے پر تھے) عبد کی معبود میں ایسی فنائے کامل تھی کہ تفریق مشکل تھی۔

جو قرب قوسین کی تھی منزل سمجھ لیں اس میں یہ نکتہ عاقل

کہ قوس دو جب ملے مقابل تو بن گیا اک محیط کامل
ہوئے جو باطل خطا فاصل تو بیچ میں کچھ رہا نہ حائل
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

مطلب اشعار 56: ایک پردہ اٹھتا تو لاکھوں نورانی پردے نظر آتے اور ہر پردے کے پیچھے لاکھو جلوے چمکیں مار رہے تھے وہ وقت ہی عجیب و غریب تھا جب وصال ہو رہا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے عکس سے حضور ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور وہ نور ایک ستارے کی صورت میں چمکتا رہا۔ تو آپ اپنی پیدائش سے لے کر دنیا پر تشریف لانے تک وصل میں تھے دنیا پر ان کر فرقت ہو گئی تو اب شب معراج کو پھر وصل ہو رہا تھا اور جنم کے چھوٹے ہوئے گلے مل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک دن جرائیل علیہ السلام سے معلوم فرمایا جرائیل تمہاری عمر کتنی ہے۔ جرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ حضور ﷺ میری عمر کا اندازہ آپ اس سے لگا لیجئے کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد طلوع ہوتا تھا۔ میں نے اس کو ستر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ ستار میرا نور تھا۔

ادھر سے ہر دم خطاب ہوتے ترقی پہ بار بار کرتے
ترقیوں میں حجاب کھلتے مزے تھے ہر پردے میں نرالے
وہ وقفہ جلوہ کیا دکھاتے کہ شوق میں تھے حیا کے نقشے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

مطلب اشعار 57: دریائے وحدت کی موجیں اپنی خشک زبانیں دکھا کر تڑپ رہی تھیں کہ ہمیں وصل کا پانی پلائیں ہماری تشنگی دور کریں پیاس سے بھنور کو اتنی کمزوری ہو گئی تھی کہ اس کی آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے وہ آنکھیں کھولے دیدار کے منتظر تھے۔

چڑھی ہوئی تھیں عطا کی لہریں بڑھی ہوئی تھیں کرم کی لہریں
اشارہ یہ تھا نہائیں دھوئیں بھیگیں پلائیں جتنا چاہیں
وہاں سے سر تاپا عطائیں یہاں بھی خواہشیں تھیں دل میں
زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

مطلب اشعار 58: اللہ سب سے پہلے ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں وہ ازل سے ہے اور ابد تک ہمیشہ ہمیشہ رہے گا مخلوق میں سب سے پہلے اول حضور ﷺ کی تخلیق ہوئی فرماتے ہیں اول ما خلق اللہ نوری وکل الخلائق من نوری (اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور تمام مخلوق کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور فرماتے ہیں انا نبی و آدم بین الماء والطین۔ (میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام کا پتلہ بنانے کے لئے مٹی میں پانی ملایا جا رہا تھا یعنی مٹی کو گوندھا جا رہا تھا اور آپ سب سے آخر بعد میں تشریف لائے تو آپ اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں اللہ اپنی قدرت اور تخلیق و صناعی و کملات سے ظاہر ہے اور کسی کو نظر نہیں آتا تو باطن بھی ہے۔ حضور ﷺ باعتبار جسم ظاہر ہیں اور حقیقت محمدیہ تمام مخلوقات کی روح رواں ہے تو آپ باطن چھپے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاروں صفات اول و آخر ظاہر باطن کے ساتھ موصوف فرمایا۔ حضور ﷺ کا نور در حقیقت اللہ کے نور کا ایک جلوہ ہے تو اسی رب

العالمین کا جلوہ (محمد رسول اللہ) اللہ تعالیٰ سے ملنے اللہ کی طرف سے ہی اللہ کی جانب گئے تھے۔

وہی ہے سب کا نصیر و ناصر وہی ہے سب پر قدیر و قادر
اسی سے ہے مبدء قوادر اسی پر ہیں ختم اوامر
وہی ہے ظاہر جناں مظاہر وہی ہے منظور سب مناظر
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

مطلب اشعار 59: اے ممکنات کی کمان کے چھوٹے نقطو تم اول و آخر کے چکر میں پڑے ہوئے ہو گول دائرے چکر سے معلوم کرو کہ تمہاری ابتدا کس جگہ تے ہے اور اختتام کس جگہ ہے وہ تو سرکل ہوتا ہے جس کی ابتداء انتہا نہیں ہوتی ہے ان کا مقام تو قاب قوسین ہے جب دو کمانیں ملتی ہیں تو دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ لامکان میں فناؤ بقا کے اعلیٰ مراتب پر فائض ہوئے جس میں دوئی کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔

حواس اپنے درست کر لو پڑے ہو چکر میں اس سے نکلو
بنو نہ احول سنبھل کے دیکھو یہ ہے حقیقت میں ایک یا دو
مقام قوسین کو تو سوچو بغور اس دائرے کو سمجھو
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

مطلب اشعار 60: حضور ﷺ کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں نمازوں کا تحفہ پیش کیا جا رہا تھا اور اللہ کی طرف سے شاہانہ انعامات عطا کئے جا رہے تھے درود وسلام کے رحمت بھرے پھولوں کے ہار پرو کر بنا کر حضور ﷺ کے نورانی گلے میں ڈالے جا رہے تھے۔

اِدھر سے ہر بار التجائیں یہ کہ امت کو بخشوا لیں
اُدھر سے لطف و کرم کی باتیں کہ جتنے چاہو ہم اتنے بخشیں
اِدھر سے طاعت کی پیش نذریں اُدھر سے بخشش کرم عطائیں
اِدھر سے تھیں نذر شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی ہیں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظار گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن (61) یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے
وہ برج بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا (62) چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اُس قمر کے قدم گئے تھے
سرور مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہ عرب کی (63) جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے
طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے (64) یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکش ارہ کے تلے تھے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کر کے (65) ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لئے تھے
نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت (66) اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا (67) نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مشکل الفاظ کے معنی:

گفتن: کہنا' بولنا۔ گوش: کان۔ حسرت: ارمان۔ شنیدن: سننا۔ برج: فضائے آسمان کا بارھواں حصہ' گنبد۔ ماہ: چاند کا ٹکڑا۔ سدھارا: روانہ ہوا جانا۔ خلد: جنت۔ قمر: چاند۔ سرور: خوشی۔ مقدم: تشریف آوری' قدم رکھنا۔ تابش: تجلی' چمک' طاقت۔ مہ عرب: عرب کا چاند۔ جناں: جنت۔ گلبن: سرخ گلاب۔ جھاڑ: کانٹے دار جھنکوڑ۔ کنول: پان پھول' گل نیلوفر۔ طرب: خوشی' فرحت و شادمانی۔ نازش: نخرہ' فخر' غرور۔ لچکے: جھکے' بل کھائیے۔ بندش: پابندی' روک ٹوک۔ نہ بکنے: حرکت نہ کریں۔ ضدین: دو مخالف چیزیں۔ کشاکش: کھینچا تانی' فکر و تشویش۔ ارہ: لکڑی چیرنے کا آلہ' آرا' آری۔ چھاؤں: تاروں کی روشنی میں کمی نہ ہوئی۔ تڑکے: صبح' پو پھٹنا۔ نبی رحمت: رحمت کرنے والے نبی۔ شفیع امت: امت کی شفاعت کرنے والے۔ للہ: خدا کے لئے۔ عنایت: نوازش' مہربانی۔ خلعتوں: جوڑوں' لباس۔ واں: اس جگہ اس وقت۔ ثنائے: تعریف' توصیف' نعت۔ وظیفہ: ورد' ذکر۔ سرکار: آقا و مولیٰ۔ تمنا: آرزو' خواہش۔ ہوس: مالیخولیا' خبط۔ پرواروی: قافیہ کا حروف اصلی۔ قافیے: شعر کا آخری سے پہلا ہم وزن لفظ۔

مطلب اشعار61: زبان کو بات کرنے کا انتظار تھا تو ان کو بات سننے کی آرزو اور ارمان تھے یہاں جو کچھ کہہ سکتے تھے کہہ چکے تھے اور جو بات کرنی و سنی تھی سن چکے اور کر چکے تھے۔

یہاں ہے مجبور عقل پر فن نہ راہ رفتن نہ پائے ماندن
کہاں ہو اے خیال روشن نہ اٹھا سکے اس مکاں کی چلمن
سنانے سننے کا جن پر تھا ظن ابھی وہ تھے منتظر ہمہ تن
زباں کو انتظار گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سنی تھی سن چکے تھے

مطلب اشعار62: وہ بطحا کے برج کا چاند جنت کی سیر کو روانہ ہو گیا جنت کے مقدر کا ستارا خوش قسمت و تاباں تھا کہ اس بدر منیر سرور کون و مکان محبوب رب لامکاں ﷺ کے قدم مبارک اس میں رکھے گئے تھے جنت کو آپ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا تھا۔

وہاں سے پایا جو کچھ اشارہ ادھر سے رخصت ہوا وہ پیارا
خوشی سے کرتا چلا نظارا خدائی کا کارخانہ سارا
یہ عرض حوروں نے کی خدارا دمک کھینچے گھر ہمارا
وہ برج بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پر تھا خلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

مطلب اشعار63: حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں بے حد روشنی ہو رہی تھی عرب کے چاند کی چمک دمک سے نور علی نور ہو رہی تھی جنت کے گلاب کے سرخ پھول دنیا کے جھاڑ جھنکوڑ کی مثل تھے اور جو دوسرے پھول تھے وہ پان پھول نیلوفر کی طرح کے تھے۔

جناں کی تقدیر خوب چمکی بڑھی تھی وہ جوشش تجلی
کہ مشرف ستاں بنی تھی ساری چمکتی تھی ایک ایک کیاری

وہ نور کی چاندنی تھی چٹکی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی
سرور مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہ عرب کی
جناں کے گلبن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

مطلب اشعار 64: فرحت و شادمانی میں کچھ عجیب غرور ناز و نخرے سے جھکتے بل کھاتے رقص کرنے کو بے قراری تھی اور ادب کا یہ تقاضا اور پابندی تھی کہ حرکت بھی نہ کریں دو متضاد کیفیتوں کا اجتماع تھا جس کی وجہ سے پودے درخت فکر و تشویش کے آرے کے نیچے مجبور و بے بس کھڑے تھے نہ جائے رفتن و پائے ماندن کی صورت حال تھی۔

نار کا حکم تھا دیکھئے مراد شبنم ذرا چھکئے
نسیم کہتی تھی بس مہکئے صبا کا ارشاد تھا لکئے
یہ شور حسرت کہ اب سرکئے و زور حیرت کہ منہ ہی تکئے
طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکئے
یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکش ارہ کے تلے تھے

مطلب اشعار 65: یہ اللہ کی قدرت تھی کہ اس حق کے چاند نے کروڑوں منزلوں میں جلوہ افزائی فرما کر روانگی (واپسی) کا ارادہ کیا تو یہ سماں تھا کہ تاروں کی روشنی میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی تھی اور نور کی چمک دمک سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صبح صادق کا وقت ہو گیا ہے۔

مدارج قرب سے بھی بڑھ کے خدا ہی جانے کہاں وہ پہنچے
ازل سے اٹھے نہ تھے جو پردے وہ جلوے حق کے کرم سے دیکھے
پلک بھی جب تک نہ کوئی مارے کہ یہ گئے بھی پلٹ بھی آئے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلیئے تھے

مطلب اشعار 66: اے رحمت کرنے والے نبی اور اپنی امت کے شفاعت کرنے والے آقا اللہ کے واسطے خدارا رضا کو بھی اپنی رحمت سے کچھ عنایت فرمایئے ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس کو بھی عنایت فرمائیں جو اللہ نے اپنی خاص الخاص رحمت سے مقام دنیٰ میں آپ کو عنایت فرمائے تھے۔

اثر نے جو ثنا و مدحت حضور دیکھیں بچشم رحمت
صلہ ملے دو جہاں کے دولت رہے نہ پھر اس کو کوئی حاجت
ملا اسے جن سے فیض خدمت ادھر بھی کوئی نگاہ رافت
نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

مطلب اشعار 67: اے میرے آقا و مولیٰ سردار عرب و عجم ﷺ میرا ورد و وظیفہ آپ کی تعریف و توصیف ہے میری یہی تمنا و آرزو ہے کہ حضور سرکار دو عالم قبول فرمالیں مجھے شعر کہنے شاعری کرنے کی مالیخولیا اور ہوس نہیں ہے اور نہ مجھے اس کی فکر تھی کہ ردیف و قافیہ کی جستجو کرتا اپنے عشق و محبت کا اظہار کیا شعرا کی طرح شاعری پر زور نہیں دیا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

ہے بلبل رنگیں رضا یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے تیرا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
یہاں نہ طاعت نہ زہد و تقویٰ یہی وسیلہ ہے مغفرت کا
کہ ہے ثناگوئی شیوہ اپنا اسی سبب سے لکھا ہے خمسہ
مراد ہے نعت شاہ والا غرض نہیں شاعری سے اصلا
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے